ڈاکٹر ناصر بڑے کامیاب مقرّر تھے۔ وہ طویل عرصہ ماہنامہ "مسیحی خادم" (گوجرانوالہ) کے مدیر رہے۔ بعد ازاں ماہنامہ "کلامِ حق" (گوجرانوالہ) جاری کیا اور آخر تک اس کی ادارت کی ذمہ داریاں انجام دیتے رہے۔ ڈاکٹر ناصر کو مطالعۂ اسلام اور مسلمانوں سے مناظرے کا شوق تھا۔ جنابِ برکت مسیح کی روایت کے مطابق انہوں نے "پانچویں جماعت سے بی۔ اے تک عربی کا مضمون چُن لیا [تھا] اور قریباً دو سال تک ایک لائق استاد کے پاس بیٹھ کر قراءتِ قرآن یعنی صحیح طور پر عربی زبان میں قرآن مجید کی تلاوت کا درس لیا۔"

ڈاکٹر ناصر صاحبِ قلم بھی تھے۔ اُن سے کم و بیش ۲۵ کتابیں یادگار ہیں۔ مناظرانہ ذوق کے تحت اُن کی بعض تحریریں تند و تیز لہجے کی حامل ہیں اور ماضی میں ان کی تردید و تائید میں تفصیل سے لکھا گیا ہے۔

متفرّق

"قدیم اسرائیل" کی تاریخ موضوعِ بحث ہے۔

"عہد نامہ عتیق کا معتد بہ حصّہ ایسا ہے جسے آثارِیاتی شہادتوں سے ثابت نہیں کیا جاسکتا، یہ محض خیالی افسانے ہیں۔ ارضِ مقدّس کو جس طرح خروج، قضاۃ، سموئیل اور سلاطین میں بیان کیا گیا ہے، تاریخی حقیقت کے طور پر گمراہ کن ہے اور قدیم اسرائیل جدید دور کے اہلِ علم کی تخلیق سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتا۔"

مندرجہ بالا متنازعہ فیہ اور بالفعل خطرناک دعوے ایک کتاب The Invention of Ancient Israel: The Silencing of Palestinian History (قدیم اسرائیل کی "تخلیق": فلسطینی تاریخ کی پردہ پوشی) میں کیے گئے ہیں جو کیتھ وائٹ لیم نے لکھی ہے۔ وائٹ لیم سکاٹ لینڈ کی اسٹرلنگ یونیورسٹی میں "مطالعۂ بائبل" کے استاد اور سابق کویکر (Quaker) ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ مغربی اہلِ علم نے عبرانی بائبل کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے اور فلسطین میں لوہے کے دور کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اُن کے ذہنوں پر مشرقِ وسطیٰ کی سیاست حاوی رہی ہے۔ اسرائیلیوں کا کردار اس سے کہیں بڑا دکھایا گیا ہے، جس کے وہ واقعتاً مستحق ہیں اور کہانی کے دوسرے رُخ پر مکمل طور پر پردہ ڈال دیا گیا ہے۔

روایتی نقطۂ نظر کے مطابق جب قدیم اسرائیلیوں کو مصر سے نکال دیا گیا (خروج) تو ۱۲۰۰ ق۔ م

کے لگ بھگ فلسطین میں اسرائیل کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ قدیم اسرائیلی کنعان کے علاقے میں آباد ہوئے تھے جو آج کے اسرائیل کے بڑے حصّے پر مشتمل تھا، اور کنعانی قبائل کو زیر کرنے میں لگ گئے تھے۔ یکے بعد دیگرے اُنھوں نے موآبیوں، بنی عمّون اور ادومیوں کو زیر کر لیا۔

ان قبائل کے مذاہب ابتدائی دور کے بار آوری مسلکوں پر مبنی تھے۔ مسلّمہ دانشوری یہ ہے کہ اسرائیلیوں کا نظریۂ توحید نہ صرف زیادہ "سچا" تھا، بلکہ زیادہ منصفانہ بھی تھا اور اس نے پہچان اور شناخت کا نسبتاً مضبوط تر احساس پیدا کیا جو نویں صدی قبل مسیح میں داود اور سلیمان کی سلطنتوں پر منتج ہوا، لیکن وائٹ لیم کی رائے میں اِس روایت کی تائید ۳۵ برسوں پر محیط اثریاتی تحقیق سے نہیں ہوئی۔ کسی غیر ملکی حملے کے آثار دریافت نہیں ہوئے اور اِس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ داوَد کی سلطنت کا کبھی وجود تھی۔

وائٹ لیم کے دعووں میں سب سے زیادہ متنازعہ فیہ یہ دعویٰ ہے کہ مصر سے خروج کی کوئی تائیدی شہادت دستیاب نہیں۔ وائٹ لیم کے بقول اب متعدّد فضلاء یہ رائے رکھتے ہیں کہ "خروج" میں بیان شدہ واقعات کا تعلق اُس جلاوطنی سے ہے جس سے قدیم اسرائیلیوں کو ۵۸۷ق-م میں بابل میں گزرنا پڑا، اور یہ واقعہ چھ سو سال بعد کا ہے۔ وائٹ لیم کے بقول یہ واقعات آج اِس لیے نہایت اہم ہیں کہ حکومتِ اسرائیل بائبل کی تاریخ کو بہت زیادہ اہمیت دیتی ہے۔ اگر یہ تاریخ ہی درست نہیں تو کسی علاقے پر اپنے دعوے کے حق میں اسے بمشکل ہی پیش کیا جا سکتا ہے۔

تھامس تھامپسن ایک اور فاضل ہیں جو وائٹ لیم کے اکثر خیالات سے اتفاق رکھتے ہیں۔ تھامپسن کے خلاف انٹرنیٹ (Internet) پر کردار کشی کی مہم چلائی گئی ہے اور اُسے گھروں میں رنگ روغن کر کے اپنا پیٹ پالنا پڑا ہے۔ فلاڈلفیا (پنسلوینیا) میں "سوسائٹی فار ببلیکل لٹریچر" کے اجلاس (نومبر ۱۹۹۵ء) میں وائٹ لیم کو "اسرائیل مخالف اور انجیل مخالف" کا نام دیا گیا۔

وائٹ لیم کے برعکس یونیورسٹی آف لورپُول سے وابستہ ماہرِ مصریات پروفیسر کینتھ کچن کی رائے میں جو اہلِ علم فلسطین کی ابتدائی تاریخ از سرِ نو لکھنے کی کوشش کر رہے ہیں، وہ یہود دشمنی کی روایت، جو زیادہ تر جرمن ہے، کے وارث ہیں۔ پروفیسر کچن مزید کہتے ہیں کہ حالیہ دو شہادتوں سے بھی وائٹ لیم کے بیان کی تردید ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک پتھر کی وہ لوح ہے جو اسرائیل کے شمال میں دستیاب ہوئی ہے اور ۸۳۰ق-م کے زمانے کی بتائی جاتی ہے۔ اس لوح پر ارامی زبان میں آلِ داوَد کے لیے ایک کتبہ ہے۔ کچن کی رائے میں یہ ایک قسم کا فتح و نصرت کا کتبہ ہے جو کسی فوجی کامیابی کے بعد لکھا گیا تھا۔ کتبے میں لفظ "آل" کے استعمال سے ایک حکمران خاندان کا اظہار ہوتا ہے جس کے سربراہ کا نام داود تھا

پروفیسر کینتھ کچن جو دوسرا ثبوت پیش کرتے ہیں، یہ مقامات کے ناموں کی ایک فہرست ہے جو

مصری فرعون شوشینق (عہد نامہ عتیق میں شیشک) نے تیار کی تھی۔ شوشینق نے ۹۲۵ ق - م میں جودیا اور اسرائیل کو تسخیر کرنے کے لیے شمال کا سفر کیا تھا۔

"یہ فہرست جو مصری زبان میں لکھی گئی ہے، اصلاً قدیم عبرانی کے تلفظ میں ہے، اِس فہرست میں "دوت کے میدان" کا ذکر ہے۔ پروفیسر کچن کے تجزیے کے مطابق دوت داؤد کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

پروفیسر کینتھ کچن کے برعکس وائٹ لیم کا خیال ہے کہ ارامی زبان کے جس کتبے کا ذکر کیا جارہا ہے، اِس کی تشریح میں کچھ زیادہ نکتہ آفرینی کی جارہی ہے۔ اِس کتبے سے محض یہ معلوم ہوتا ہے کہ داؤد کا وجود تھا۔ وائٹ لیم کے خیالات کی عموی تائید یونیورسٹی آف شیفیلڈ کے پروفیسر جان روجرسن نے بھی کی ہے۔ اُن کے بقول اہلِ علم کے حلقوں میں قدیم اسرائیل کی ابتداء کے بارے میں روایتی کہانی کو شک کی نظروں سے دیکھا جارہا ہے۔ بالخصوص جب کہ موآب، عمون اور ادوم کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں نویں صدی تک (عہدِ داؤد کے بہت بعد تک) وجود میں نہیں آئی تھیں، تو داؤد نے اُنھیں فتح کیسے کرلیا تھا؟

اِس علمی غور و فکر کے خطرناک ہونے کے متعدّد اسباب میں سے ایک سبب مشرقِ وسطیٰ کی سیاست ہے۔ ایک امریکی ماہر اثریات البرٹ گلاک نے بائبل کی صحت کو چیلنج کیا تو بیرزیت یونیورسٹی کے باہر گولی کا نشانہ بن گیا۔ (بہ شکریہ "ڈان" - کراچی، ۱۴ فروری ۱۹۹۶ء)

انڈیا: کیتھولک چرچ اور "وشوا ہندو پریشد" کے درمیان کشمکش بڑھ رہی ہے۔

ہندوستان میں کیتھولک چرچ اور "وشوا ہندو پریشد" کے درمیان کشمکش شدید ہوتی جارہی ہے۔ "وشوا ہندو پریشد" کی جانب سے کیتھولک چرچ پر الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ ہندوؤں کی رواداری سے ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے۔ بمبئی میں قائم "وشوا ہندو پریشد" کی شاخ کے سربراہ نے کیتھولک چرچ پر زور دیا ہے کہ وہ مقامی ہندوؤں پر کیتھولک مشنریوں کی مبیّنہ سختی پر معذرت کرے۔ "وشوا ہندو پریشد" کے ایک بیان میں کہا گیا ہے: "چرچ یہ بات بھولے ہوئے ہے کہ رواداری صرف اسی صورت میں مؤثر ہوتی ہے جب اس کا جواب بھی رواداری سے دیا جائے گا۔"

جب روزنامہ "نیشن" (لاہور) کی جانب سے دہلی میں آرچ بشپ کے دفتر سے رابطہ قائم کیا گیا تو اُنھوں نے واضح الفاظ میں تردید کی کہ کیتھولک چرچ سے متعلق مشنری کبھی متعصبانہ سرگرمیوں میں